تقریر ترمذی میں معاشی مسائل ومعاملات کی شرح میں تقی عثمانی کا اسلوب

The Style of Taqi Usmani in the Explanation of Economic Problems and Matters in Taqreer-e-Tirmizi

Dr. Shazia
Assistant Professor
Department of Islamic Studies, GCWUF
Email: shazia.adnan81@gmail.com

Nida Sharif
M.Phil Scholar
Department of Islamic Studies, GCWUF
Email: nidasharif1756@gmail.com

Abstract

"The character, sayings, actions and habits of the Prophet Muhammad (PBUH) have been protected by his followers, Sahaba and different Muhaddith Imams in the form of many collections with justified certificates. One of these collections is Jamia Tirmizi which is considered to be a very valuable collection of hadiths. There have been written many explanations of Jamia Tirmizi, out of which, Taqreer-e-Tirmizi by Mufti Muhammad Taqi Usmani is a comprehensive and famous explanation. In this book, there have been mentioned many sharia commandments about economic problems and matters like banking, interest, sale, insurance, and lucky draw. Similarly, there have been addressed the difference between the allowed and forbidden things in Islam and mentioned many methods to improve the economic and social systems. This study provides a brief picture of the procedures and styles adopted by Taqreer-e-Tirmizi that enlightens the influence of Islamic rules and regulations in the modern era."

Keywords: Jamia Tirmizi, Taqree-e-Tirmizi, Taqi Usmani, Hadiths, Sharia, Commandments, Banking, Interest, Sale, Insurance, Lucky Draw

تقی عثمانی تعارف:

مفتی محمد تقی عثمانی کو موجودہ دور کے نامور عظیم محقق، مدبر اور مفکر کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ آپ دارالعلوم کراچی میں صحیح بخاری، فقہ اور اسلامی اصول معیشت کی تعلیم دے رہے ہیں۔ ان کا مقام علمائے کرام میں ایک نامور علمی شخصیت کا ہے۔ مفتی محمد تقی عثمانی ایک مشہور اور جیّد عالم فقیہ رہے ہیں۔ آپ مفتی اعظم مفتی محمد شفیعؒ کے بیٹے ہیں۔
مفتی محمد تقی عثمانی کی ولادت 5 شوال المکرم 1362ھ بمطابق 1943ء بروز شنبہ دیوبند ضلع یوپی میں ہوئی۔[1]

تعلیم وتدریس:

مولانا تقی عثمانی نے 1367ھ بمطابق 1948ء کو مفتی اعظم کے ساتھ پاکستان ہجرت کی۔ 1370ھ میں آپ کے والد مکرم نے دارالعلوم کی بنیاد رکھی۔ آپ نے اسی دارالعلوم سے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ 1379ھ میں بعمر سترہ سال دورۂ

حدیث سے فراغت اوّل پوزیشن میں حاصل کرنے کے بعد سولہ سال کی عمر میں ہی پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پہلی پوزیشن میں پاس کیا۔ اس کے بعد آپ نے دارالعلوم کے شعبہ تخصص فی الافتاء میں داخلہ لیا اور باقاعدہ دو سال میں فتویٰ کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد پنجاب بورڈ سے میٹرک، جامعہ کراچی سے بی۔اے، سندھ مسلم کالج سے ایل۔ایل۔بی اور جامعہ پنجاب سے ایم۔اے عربی کے امتحانات کو امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔[2]

تدریس کا عمل شوال ۱۳۷۹ھ کے مہینے میں مفتی تقی عثمانی کی عمر کے سترہ سال کی عمر میں جاری کیا۔ دس سال کے عرصے میں انھوں نے اپنی مصروفیات چار مختلف دائروں میں تقسیم کر لیں جن میں تدریس، فتویٰ، تصنیف اور انگریزی کی تعلیم شامل تھیں۔ تقی صاحب نے مختلف اداروں میں تدریسی اور انتظامی امور سر انجام دیے جو کہ درج ذیل ہیں:

1۔ رکنِ اسلامی نظریاتی کونسل
2۔ بحیثیت جج
3۔ اسلامی بینکاری
4۔ ملی و سیاسی کردار

تقی صاحب نے اس کے علاوہ بھی دینی و تصانیفی خدمات سر انجام دی ہیں:

1۔ آسان ترجمہ قرآن
2۔ علوم القرآن
3۔ قتل اور خانہ جنگی کے بارے میں آنحضرت ﷺ کے ارشادات
4۔ کتاب فقہ و فتاویٰ (احکام اعتکاف)
5۔ احکام الذبائح
6۔ اسلام و جدید معاشی مسائل
7۔ فقہ البیوع
8۔ کاغذ نوٹ اور کرنسی کا حکم
9۔ مسئلہ سود
10۔ فتاویٰ عثمانی
11۔ غیر سودی بینکاری
12۔ مقالات العثمانی
13۔ اسلامی اور جدید معیشت و تجارت
14۔ معارف القرآن

ان کے علاوہ اور بھی عربی اور انگریزی تصانیف ملتی ہیں:

1۔ بحوث فی فضایا فقهية معاصرة
2۔ فقه البيوع على المذاهب الاربعة
3۔ تكملة فتح الملهم بشرح صحيح الامام المسلم
4۔ اصول الافتاء و آدابه

انگریزی خدمات:

1. An Introduction to Islamic Finance
2. Causes and Remedies of the Present
3. Contemporary Fatawa
4. Islamic Months: Merits and Precepts
5. The Authority of Sunnah
6. The Historic Judgment on Interest
7. The language of the Friday Khutbah

مفتی تقی عثمانی کی ان تمام خدمات کو دیکھتے ہوئے اندازہ کرنا آسان ہو جاتا ہے کہ انہوں نے زمانہ قدیم سے لے کر آج تک ملک و قوم کے لئے گوناگوں خدمات سرانجام دی ہیں۔ آپ کی تمام تحریریں ہمارے لئے تمام جدید مسائل کا حل پیش کرتی ہیں کیونکہ آپ کو ہر دور میں تقریر اور تحریر میں زبردست ملکہ حاصل رہا ہے۔

تقریر ترمذی کا عمومی تعارف:

جامع ترمذی کی مقبولیت کے پیش نظر چونکہ اس کی بہت سی شروحات لکھی جاچکی ہیں۔ جن میں سے اُردو میں رکھی جانے والی شرح "تقریر ترمذی" نمایاں ہے۔ ترمذی شریف کے ابواب البیوع سے متعلق درسی تقاریر کو تقی عثمانی نے کتاب کی شکل میں متعارف کروایا ہے۔ تقریر ترمذی دو جلدوں پر مشتمل ہے۔

تخریج احادیث اور تخریج مسائل کے کام کے متعلق مولانا لکھتے ہیں:

"تخریج احادیث اور تخریج مسائل کا مکمل کام جناب مولانا سجاد احمد فیصل آبادی سلمہ اور مولانا محمد عبداللہ فیصل آبادی سلمہ نے سرانجام دیا ہے جس پر میں ان کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ میں مولانا انور حسین صاحب چاٹگامی سلمہ کا بھی شکر گزار ہوں کہ انھوں نے ان تقاریر کو ضبط کرکے میرے لیے ان تقاریر کو معرض وجود میں لانے کا کام آسان کر دیا۔ میں برادر عزیز جناب مولانا عبدالرحمٰن میمن سلمہ کا بھی شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اس کتاب کی مکمل تصحیح اور نظر ثانی فرمائی اور مفید مشورے دیے۔ میں برادر خورد جناب ولی اللہ میمن سلمہ کا بھی شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اس کتاب کی کمپوزنگ اور طباعت کا مکمل کام حسن خوبی کے ساتھ انجام دیا۔"[3]

شرح کا نام:

مفتی محمد تقی عثمانی کی اس شرح کا نام تقریر ترمذی (حصہ معاملات) ہے۔

سن اشاعت:

مذکورہ شرح کو 1999ء میں میمن پبلشرز کراچی سے شائع کیا گیا ہے۔[4]

منہج واسلوب:

کسی بھی کتاب کے تعارف میں اس کے منہج و اسلوب کو بہت اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ اس سے اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ مؤلف نے کس طرز کو اپناتے ہوئے اس کو تحریر کیا ہے۔ تقریر ترمذی میں شارح نے اپنے منہج و اسلوب میں کتب لغت، فقہ، تفسیر، احادیث اور قرآنی آیات سے استفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ تعامل صحابہ کرام، فقہاء کرام، آئمہ اربعہ مجتہدین کی رائے سے بھی استفادہ کیا ہے۔

تحقیقی اسلوب:

تقریر ترمذی (حصہ معاملات) میں تحقیقی اسلوب کو اس طرز میں اپنایا ہے کہ جس سے ہماری علمی ضروریات بھی پوری ہو جاتی ہیں اور مالی معاملات کے مسائل کا حل بھی سامنے آتا ہے۔ تقریر ترمذی دو جلدوں پر مشتمل ایسی شرح ہے جس میں معاشی اور معاشرتی مسائل کو شرعی احکام کے ذریعے روشناس کروایا ہے جس میں قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور علماء وفقہاء کرام کے اقوال درج ہیں۔

فقہی اسلوب:

تقی عثمانی فقہی اسلوب کو اپناتے ہوئے شرح کو لکھتے ہیں۔ فقہی مسائل ہوں یا فقہی احکام ہوں، ان کی وضاحت کے لیے آئمہ اربعہ، فقہائے کرام، صحابہ کرام، ان سب کے اقوال کو درج کرتے ہوئے فقہی اسلوب کو اپنایا ہے۔

استدلالی اسلوب:

دورانِ شرح تقی عثمانی استدلالی اسلوب کو اپناتے ہیں۔ حدیث کو بیان کرتے ہوئے قرآنی آیات کے ساتھ وضاحت بیان کرتے ہیں۔ احادیث کی تشریح کے لیے صحابہ کرام، فقہاء کرام اور دیگر مسالک کے اقوال کو درج کر دیتے ہیں۔

بیانیہ اسلوب:

تقی عثمانی شرح لکھتے ہوئے بیانیہ اسلوب کو اپناتے ہوئے بہت ساری احادیث کی تشریح و توضیح کرتے ہیں۔ اکثر احادیث کو تفصیل سے بیان کرتے ہوئے سادہ زبان میں دلائل کے ساتھ واضح کیا ہے تاکہ حدیث کا مفہوم پڑھنے والے پر واضح ہو جائے۔

محدثانہ اسلوب:

تقریر ترمذی میں شارح نے محدثانہ اسلوب کو اختیار کیا ہے۔ جب بھی کسی مسئلہ کو بیان کیا ہے تو اس دوران انہوں نے ایک حدیث کے لیے دیگر احادیث کو درج کر دیا تاکہ بات قاری کو سمجھ میں آجائے اور وہ مکمل استفادہ کر سکے اور حدیث و مفہوم بھی واضح ہو جائے۔

احادیث کی عمدہ تخریج:

تقریر ترمذی کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ شارح نے لکھتے وقت احادیث کی عمدہ تخریج کر دی ہے۔ تخریج کرتے ہوئے

واضح کیا ہے کہ یہ حدیث اس کے علاوہ اور کون سی کتب میں آئی ہے۔ ایک حدیث کی وضاحت کے لیے ساتھ ہی دوسری حدیث کو بیان کر دیا گیا ہے۔ جیسے کہ ابواب البیوع کے باب ما جاء لا بیع حاضر لباد کی حدیث نمبر 33 جو کہ اس طرح بیان کی گئی ہے کہ

"عن ابی ہریرۃ قال رسول ﷺ وقال قتیبۃ یبلغ بہ النبی قال: لایبیع حاضر لباد"[5]

ترجمہ: (حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال فروخت نہ کرے۔)

اس حدیث کی تخریج میں دوسری حدیث بیان کی گئی ہے کہ

"عن جابر قال: قال رسول ﷺ! لا یبیع حاضرلباد، دعو الناس یر زق اللہ بعضھم من بعض"[6]

ترجمہ: (حضرت جابر فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال فروخت نہ کرے، لوگوں کو چھوڑ دو کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے بعض کو بعض کے ذریعے رزق دے۔)

موزوں عنوانات:

شرح کا امتیازی وصف اور خوبی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ شارح نے دوران شرح مختلف اور موزوں عنوانات کا چناؤ کیا ہے اور تشریح کرنے کے لیے حدیث بیان کر کے موزوں کی وضاحت کر دی ہے۔

معاشی مسائل:

"معاشیات" کے معنی:

معاش عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کا مادہ "عاش" ہے جس کے معنی زندہ رہنے کے ہیں۔

ابنِ منظور افریقی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"العیش کے معنی ہیں زندگی، یہ عاس، یعیش، عیشا اور عیشہ سے بنا ہے اور معیشت سے مراد (وہ ذرائع ہیں) جن سے زندگی بسر کی جا سکے۔"[7]

لفظ معاشیات کے لغوی معنی زندگی اور سامانِ زیست کے ہیں۔ اصلاحاً اس کا مفہوم یہ ہے کہ علم معاشیات وہ علم ہے جس میں انسان کے اس خاص طرز عمل کا مطالعہ کیا جاتا ہے جو محدود ذرائع کی مدد سے لا محدود خواہشات کی تکمیل کے لیے اختیار کیا جاتا ہے۔

مترادفات:

معاشیات، اقتصادیات اور اکنامکس یہ سب ہم معنی ہیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

"ھو الحکمۃ الباحثۃ عن کیفیۃ اقامۃ المعادلات والمعاونات والاکساب علی الارتفاق الثانی"[8]

ترجمہ: (ارتفاق ثانی کے باب میں افراد معاشرہ کی اشیاء کے باہمی تبادلہ، ایک دوسرے سے معاشی تعاون اور ذرائع معیشت و آمدن کی حکمت سے بحث کرنے کا نام علمِ معیشت ہے۔)

اسلام ایک عالمگیر دین ہے۔ اس میں ہر دور میں رہنمائی کے اصول میسر ہوتے ہیں جن کے ذریعے پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کیا جا سکتا ہے۔ یہ تمام کا تمام دینِ حق ہے۔ اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ "[9] ترجمہ: (بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔)

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام ایک مکمل دین ہے جس پر چلتے ہوئے زندگی کے تمام معاملات سنور سکتے ہیں۔ زندگی کے ہر میدان میں یہ واضح، کامل اور قابلِ عمل قواعدہ وضوابط کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ اس کے ساتھ اگر ہم دوسری طرف دیکھتے ہیں تو معاملات میں ہمیں مکمل رہنمائی ملتی ہے اور معاملات کے شعبہ میں معاشیات کا شعبہ نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:" نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا "[10] ترجمہ: (ہم نے ان میں ان کی زیست (زندگی گزارنے) کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا اور ان میں ایک دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ ان میں ایک دوسرے کی ہنسی بنائیں۔)

جدید دور کے معاشی مسائل کا ایک جائزہ

اسلامی معاشیات کو حقیقتاً اخلاقی معاشیات کا نام دیا جاتا ہے جس میں حقیقی انصاف شامل ہے۔ اگر ہم اسلام کی تاریخ کو دیکھتے ہیں تو تجارت اور مذہبی تصورات دونوں ساتھ ساتھ ہیں۔ اسلامی معاشیات میں اخلاق اور مذہبی تصورات دونوں کو شریعت میں ایک ساتھ قبول کیا جاتا ہے لیکن بعض مغربی ماہرین معاشیات اس بات کے قائل ہیں کہ معاشی ترقی کا مذہبی تصورات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ان کی مرتب کی ہوئی معاشی پالیسیاں اور تحقیقات اسی بنیاد پر ہیں۔ مغربی ماہرینِ معاشیات کا کہنا ہے کہ اگر ہم یہ سوچ رکھتے ہیں کہ مذہبی تصورات اور معاشی مسائل ایک ساتھ نہیں چل سکتے اور اس کے نتیجے میں سوال اور مسائل پیدا ہو سکتے ہیں تو اس معاملہ میں ہم لوگ غلط نظریہ رکھتے ہیں کیونکہ ان مغربی لوگوں کی نظر میں ربا کے ناگزیر ہونے، غرر پر اسرار اور ناگزیر ہونے، کاغذی کرنسی، قرض پر مبنی تجارت اور لین دین کی تمام صورتیں جن کا واحد مقصد دولت کمانا اور اس میں مسلسل اضافہ کرنا ہے۔ جبکہ دوسری طرف مذہبی تعلیمات کا نظریہ اس کے برعکس ہے۔ اسلام کے نزدیک یہ تمام اُمور ناپسندیدہ اور ناقابلِ قبول سمجھے جاتے ہیں۔

جدید مغربی معاشیات کی اگر بات کی جائے تو یہ بات ماننی پڑے گی کہ اس وجہ سے صرف مذہبی یا اخلاقی مسائل ہی رُونما نہیں ہوئے ہیں بلکہ اس کی بدولت بہت سارے ایسے مسائل وجود میں آئے ہیں جو کہ خود معاشیات کے اہم مسائل قرار پائے ہیں جیسے کہ دنیا میں معاشی نظام کی اصل حیثیت سرمایہ دارانہ نظام کا ہونا ہے جس کا مقصد خالص استحصالی ہوتا ہے اور اس وجہ سے سرمایہ کو فوقیت حاصل ہو جاتی ہے اور معاشی سرگرمیوں کا مقصد صرف اتنا بن جاتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ نفع کمایا جائے۔ جس وجہ سے صارفین کے مفادات نظر انداز کر دیے جاتے ہیں اور صارف کا تعلق چونکہ کمزور طبقے سے ہوتا ہے جس کی بدولت ان کو کمزور سمجھا جاتا ہے۔

جبکہ اسلامی شریعت کا مزاج اس کے برعکس ہے، کیونکہ اسلام میں ریاست کے وسائل میں کمزور اور بے سہارا انسان کا حصہ پہلے سمجھا جاتا ہے۔ مغربی نظام کی طرف متوجہ ہوں تو ان کے مطابق وسائل کا رُخ مغرب کی طرف ہے جبکہ خدمات مشرق کے لوگوں سے لی جاتی ہیں اور ترقی کے نتائج مغربی دنیا میں نظر آئیں۔ مشرق و مغرب کے درمیان پائے جانے والے عدم توازن کا سہرا آج دنیا میں پائے جانے والے معاشی نظام کے سر جاتا ہے۔

بے روزگاری میں ہونے والا دن بدن اضافہ بھی مغرب کے معاشی نظام کی وجہ سے ہے۔ جب جب معاشی اصلاحات کی بات ہوگی اور اس کے لئے اٹھائے جانے والے ممکنہ اقدامات کا ذکر ہوگا تو سود کے مکمل خاتمے اور دولت کے منصفانہ تقسیم کے لیے ناگزیر قدم ہوگا۔ دولت کی عادلانہ تقسیم کو یقینی بنانے کے بعد ہی ربا کا خاتمہ ہوگا، وراثت کی مؤثر تقسیم اور اسلامی نظامِ معیشت کے بقیہ احکام کا نفاذ ہو سکے گا۔

دولت و وسائل کی ناہموار تقسیم کی بدولت ارتکازِ دولت کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ ارتکازِ دولت کی بہت ساری صورتیں پائی جاتی ہیں جن میں سے جاگیرداری اور ریاست کی پالیسیاں زیرِ بحث ہیں۔ اجارہ داریاں بھی اسی کا حصہ ہیں۔ ان تمام مسائل کا حل یہی ہے کہ ریاست کی پالیسیاں عادلانہ کر دی جائیں اور تمام اجارہ داریوں کا جلد از جلد اختتام کیا جائے۔ سرمایہ کاری کو مشارکانہ کی شکل دی جائے۔ اسلام کا قانون اگر فوری طور پر نافذ کر دیا جائے تو لازم ہے کہ چند نسلوں کے بعد ہی یہ ارتکاز اراضی جیسے مسئلہ کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ جہاں تک ٹیکسوں کی بات کی جائے تو اس کو بھی عادلانہ اور حقیقت پسندانہ بنانا ضروری ہے۔ ہر طبقہ کے لئے اس نظام کو مساوی بنانا چاہیئے۔

زکوٰۃ و عشر کی غیر منصفانہ تقسیم کی وجہ سے بھی معاشی حالات پسماندہ ہو چکے ہیں کیونکہ عشر کا جتنا حصہ پاکستان کو وصول ہونا چاہیئے اتنا وصول نہ ہونے کے برابر ہے اور زکوٰۃ کا حال بھی یہی ہے جو کہ پانچ فیصد بھی وصول نہیں ہو پا رہا ہے۔ یہی ایک طریقہ ہے جس کی بدولت از سرِ نو ملک کو تشکیل دیا جا سکتا ہے۔ ان اہداف و مقاصد پر عمل درآمد کروانا

حکومت کی ذمہ داری ہے۔ غربت وفاقہ ہر پسماندہ ملک کی معاشی حالت کو بگاڑنے کی وجہ ہے۔ فقر وفاقہ دو ایسی چیزیں ہیں جو کہ شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ بھی ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں سے پناہ مانگی ہے۔

آج اسلامی ممالک کو جن اہم معاشی مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ یہی مسائل دنیا کے باقی ممالک کو بھی پیش آرہے ہیں۔ گلوبلائزیشن اور پرائیویٹائزیشن کی بدولت ملٹی نیشنل کمپنیاں آج وجود میں آرہی ہیں اور ڈائریکٹ فارن انوسٹمنٹ کا سہارا لے کر غیر ملکی کمپنیوں کو ملکی معیشت میں داخل کر کے دنیائے اسلام کے لوگوں کو دن بدن احسان کے نیچے دبایا جارہا ہے۔ اس کے بعد پرائیویٹائزیشن کے ذریعے آئی ایم ایف، ورلڈ بینک اور تمام بڑے ممالک کی تجارتی کمپنیوں کی وجہ سے دباؤ ڈالا جارہا ہے۔ یہ سارا زور ترقی پذیر اور مقروض ممالک پر زیادہ ڈالا جارہا ہے۔ اگر ان کمپنیوں کے حکم کی تعمیل نہ ہو تو ان سے قرضے لینے اور بھی مشکل ہو جائیں اور سابقہ قرضوں کا سود بھی بڑھتا جائے گا۔

بیع التقسیط کی بات کی جائے تو اس مسئلہ میں یعنی قسط وار خریداری میں قیمت میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ جس وجہ سے رقم ادا کرنی مشکل ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ سرمایہ کی کمی، زرِ مبادلہ کی کمی، ٹیکنالوجی کی کمی، غذائی پیداوار کی کمی، صنعتی ترقی کی بنیاد کمزور، بیرونی ٹیکنالوجی کی کمی، افرادی قوت کا بیرونِ ملک منتقل ہونا، منصوبہ بندی کا نہ ہونا، بچتوں کی کمی، بھاری اور غیر عادلانہ ٹیکس، غیر پیداواری اخراجات، مستحکم مالیاتی اداروں کی کمی، شرح سود کی کثرت ان سب مسائل جہالت اور ناخواندگی نے پاکستان کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے نہیں دیا ہے۔ مسلم ممالک اپنے مسائل کے حل کے منتظر ہیں جو کہ فنی اعتبار سے کامیابی کا ضامن اور نظری اعتبار سے اسلامی شریعت کے مطابق ہو۔

تقی عثمانی ہمیں اس شرح میں ان تمام معاشی مسائل جن سے ہم دوچار ہیں اِن سب مسائل کا حل قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کرتے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

اسلامی معیشت کے اصول وضوابط

کسی بھی نظام کو کامیابی کی راہ پر گامزن کرنے کے لیے اس کے اصول وضوابط مرتب کرنا ضروری ہے۔ جب تک منصوبہ بندی نہیں کی جائے گی ہم مطلوبہ مقاصد حاصل کرنے سے قاصر رہیں گے۔ زمانہ جدید میں پائے جانے والے نظامِ معیشت جو کہ کثیر تعداد میں رائج ہیں لیکن سوائے اسلامی نظامِ معیشت کے سب نظام معاشی مسائل حل کرنے سے قاصر ہیں۔ تقی صاحب نے اپنی اس شرح میں جتنے معاشی مسائل کا تذکرہ کیا ہے یہاں ان سب کو اختصار کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔

باب ماجاء فی ترک الشبہات:

"عن النعمان بن بشیر قال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: الحلال بین والحرام بین: وبین ذلک امور مشتبہات لایدری کثیر من الناس امن الحلال ام من الحرام،فمن ترکھا استبر الدینہ وعرضہ فقد

سلم، ومن واقع شيئاً منها يوشك ان يواقع الحرام، كما انه من يرعىٰ حول الحمى يوشك ان يواقعه، الاوان لكل ملك حمى الا وان حمى الله محارمه"[11]

ترجمہ:(حضرت نعمان بن بشیر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حلال چیزیں بھی واضح ہیں اور حرام چیزیں بھی واضح ہیں حلال و حرام کے درمیان کچھ چیزیں اور امور ایسے ہیں جو مشتبہ ہیں۔ لہٰذا جو شخص اپنے دین کی براَت کے لیے ان چیزوں کو ترک کردے گا تو وہ سلامت رہے گا اور جو شخص ان میں سے کسی چیز کا مرتکب ہو جائے گا تو قریب ہے کہ وہ حرام صریح کے اندر بھی مبتلا ہو جائے گا جیسے وہ شخص جو کسی بادشاہ یا سردار کی مملوک چراگاہ کے اِرد گرد اپنے جانور چرائے گا تو قریب ہے کہ وہ چراگاہ کے اندر داخل ہو جائے گا۔ خبردار! ہر بادشاہ کی ایک "حمیٰ" ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی "حمیٰ" وہ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔) مفتی صاحب حدیث کے باب کی وضاحت کے متعلق حدیث دین کے احکام کا دارومدار نیتوں پر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

" الحلال بين و الحرام بين"[12] ترجمہ:(حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے۔)

مفتی صاحب مشتبہ امور کی وضاحت کرتے ہوئے اس کی چار اقسام بیان کرتے ہیں کہ

1۔ واضح دلیل کے بعد اگر کوئی چیز اقرب الحلال ہے تو اُسے حلال ہی کہا جائے گا۔

2۔ واضح دلیل کے بعد اگر کوئی چیز اقرب الحرام ہے تو اُسے حرام ہی کہا جائے گا۔

3۔ دلیل حرمت بھی نہ موجود ہو اور دلیل حلت بھی نہ موجود ہو تو وہ امر مباح ہو گا۔

4۔ حلت و حرمت کی دلیل میں تعارض کا ہونا امور مشتبہ کہلائے گا۔[13]

باب ماجاء فی اکل الربوٰا:

"عن ابن مسعود قال: لعن رسول الله ﷺ اكل الربوٰا وموكله وشاهديه وكاتبه"[14]

ترجمہ:(حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، سودی معاملے میں گواہ بننے والے اور سود کا معاملہ لکھنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔)

تقی عثمانی حدیث باب کی وضاحت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے چار آدمیوں پر لعنت فرمائے ہے:

1۔ آکل الربوٰا 2۔ موکلہ 3۔ شاھدیہ 4۔ کاتبہ

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جس طرح سود کا معاملہ کرنا ناجائز اور حرام ہے اسی طرح سود کے معاملے میں دلالی کرنا یا سود کا حساب کتاب لکھنا بھی ناجائز ہے۔ اسی حدیث کی بنیاد پر یہ فتویٰ دیا جاتا ہے کہ آج کل بینکوں کی ملازمت ناجائز ہے کیونکہ اس کی وجہ سے آدمی کسی نہ کسی درجے میں سود کے معاملات میں ملوث ہو جاتا ہے۔[15]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:" اَحَلَّ اللهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا "[16] ترجمہ:(اللہ نے حلال کیا بیع اور حرام کیا سود۔)

جس طرح ان کے حکم میں اختلاف پایا جاتا ہے ویسے وعید میں بھی فرق ہے مثلاً آکل الربوٰا پر زیادہ لعنت اور شاھدیہ پر کم لعنت اور کاتب پر اس سے بھی کم لعنت ہو گی۔

سود کی حرمت کا بیان:

سود بھی معاشی مسائل میں سے ایک بہت بڑا مسئلہ بن چکا ہے۔ شریعت میں سود کی حقیقت حرام اس لئے قرار دی ہے کیونکہ سود سے مراد " کسی شخص کو دیے ہوئے قرض پر طے کر کے کسی بھی قسم کی زیادتی کا مطالبہ کرنا" مثلاً ایک شخص کو میں نے 500 روپے دے دیئے اور کہا کہ اگلے ماہ میں تم سے 1000 روپے لوں گا۔ اس کو سود قرار دیا ہے اور یہ سب آج کل کے تجارتی سود میں موجود ہے۔ سود کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللهَ وَذَرُواْ مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُم مُّؤْمِنِیْنَ o فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُواْ فَأْذَنُواْ بِحَرْبٍ مِّنَ اللهِ وَرَسُوْلِهِ "[17]

ترجمہ:(اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود اگر مسلمان ہو۔ اگر ایسا نہ کرو تو یقین کر لو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ لڑائی کا۔)

اس آیت میں صاف اعلان فرمادیا گیا ہے کہ اگر تم سودی لین دین نہیں چھوڑو گے تو پھر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اعلان جنگ سن لو۔

تقی عثمانی صاحب نے اس شرح میں بیان کیا ہے کہ کس طرح سود کھانے، کھلانے، گواہ بننے اور معاملہ لکھنے والے پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔ سود کے معاملے کو مفتی صاحب نے ناجائز اور حرام ٹھہرایا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ دلالی اور حساب کتاب لکھنا دونوں ہی ناجائز ہیں۔ تقی عثمانی صاحب حافظ ابنِ حجر کی دلیل کو سامنے رکھتے ہوئے فتویٰ جاری کرتے ہیں کہ بینکوں کی ملازمت بھی جائز نہیں ہے کیونکہ یہاں بھی سودی لین دین کا کاروبار چلتا ہے۔ اس لیے کہ وہاں پر کام کرنے والا ہر انسان کسی نہ کسی بہانے سودی کام میں ملوث ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس بینک سے پیسے جائز اور حلال طریقے سے اگر لیے جا رہے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔[18]

جدید دور میں پائے جانے والے بینکوں سے لیا جانے والا " تجارتی اور صرضی " سود کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ تقی عثمانی اس کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ تجارتی یا صرضی سود حرام نہیں ہے تو لکھتے ہیں کہ فرض کر لو اگر آپ کسی سے 200 روپے سے لے کر اُس کو اگلے ماہ اس پیسے کو 500 روپے پر وصول کرو گے تو یہ سود کی شکل میں آجائے گا جو کہ حرام ٹھہرے گا۔ اگر اس کو جسے قرض واپس دیا جا رہا ہو اور اسے اپنی خوشی

سے پیسے بڑھا کر دے دیئے جائیں تو یہ ناجائز نہیں ہو گا بلکہ اسے "حسن قضاء" کا نام دیا جائے گا۔ اس سلسلے میں معلوم ہوا کہ اگر طے کر لیا جائے اور پھر زیادہ رقم ادا کر دی جائے تو سود اور طے کیے بغیر اپنی خوشی سے زیادہ رقم ادا کرنا سود کے معنی میں نہیں آتا ہے۔ اسے "حسن قضاء" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔[19]

باب ماجاء فی التجار و تسمیۃ النبی ﷺ عن ایاھم:

"عن قیس بن ابی غرزہ ، قال : خرج علینار سول ﷺ ونحن نسمی السماسرہ ، فقال : یا معشر التجار ان الشیطان، والا ثم یحضران البیع فشو بُو ابیعکم بالصدقة"22[20]

ترجمہ: (قیس بن ابی غرزہ سے روایت ہے رسول ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے ہم سماسرہ کہلاتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے تاجروں کی جماعت! خرید و فروخت کے وقت شیطان اور گناہ سے سابقہ پڑہی جاتا ہے۔ لہٰذا تم اپنی خرید و فروخت کو صدقہ کے ساتھ ملا لیا کرو۔)

اس حدیث مبارکہ میں "سماسرہ" کی وضاحت کی گئی ہے کہ یہ عجمی زبان کا لفظ ہے۔ سماسرہ اس آدمی کو کہا گیا ہے جو بیع و شراکت کرتا ہو۔ آپ ﷺ نے اسے تجار کے نام سے موسوم کرتے ہوئے بتایا ہے کہ صدقہ کے ساتھ ملانے کا مطلب حتی الامکان گناہ سے بچنے کی کوشش کرنا ہے۔ یہ نہیں کہا گیا کہ پہلے گناہ کر لیا جائے اور بعد میں صدقہ کر دیا جائے بلکہ بیع کے بعد اگر کسی کو گناہ کا شبہ باقی رہ جائے تو وہ صدقہ کر دے۔[21]

باب ماجاء فی کتابۃ الشروط:

"عن عبدالمجید بن وهب قال: قال لی العداء بن خالد بن هوذة: الا اقرائک کتاباکتبه لی رسول الله ﷺ ؟ قال: قلت بلی، فاخرج لی کتابا: هذا مااشتری العداء بن خالد بن هوذة من محمد ﷺ، اشتری منه عبدا اوامة، لاداء ولا غائلة ولا خبثة، بیع المسلم المسلم "[22]

ترجمہ: (عبد المجید بن وھب کہتے ہیں کہ مجھ سے عداء بن خالد بن ھوذۃ نے کہا: کیا میں تمھیں ایک تحریر نہ پڑھاؤں جو رسول اللہ ﷺ نے میرے لیے لکھی تھی؟ میں نے کہا: کیوں نہیں، ضرور پڑھائیے۔ پھر انھوں نے ایک تحریر نکالی (جس میں لکھا تھا) "یہ بیع نامہ ہے ایک ایسی چیز کا جو عداء بن خالد بن ھوذۃ نے محمد ﷺ سے خریدی ہے" انھوں نے آپ سے غلام یا لونڈی کی خریداری اس شرط کے ساتھ کی کہ اس میں نہ کوئی بیماری ہو، نہ کوئی دھوکہ ہو اور نہ حرام مال کا ہو، یہ مسلمان کی مسلمان سے بیع ہے۔)

تقی صاحب فرماتے ہیں کہ ترمذی صاحب نے معاہدات و معاملات کو لکھنے اور قید میں لانے کے بارے میں یہ باب قلم بند کیا ہے۔ دو آدمیوں کے درمیان طے پانے والے کسی بھی معاہدہ کو تحریر میں لایا جائے یہ لکھنا اس لیے ضروری بتایا گیا تاکہ جب کوئی نزاع یا اختلاف کا وقت آئے تو اس معاہدہ کی مدد لیتے ہوئے اختلاف کو ختم کر دیا جائے۔[23]

اُدھار معاملہ کو لکھنے کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔
"يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ إِذَا تَدَايَنْتُم بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ "[24]

ترجمہ:(اے ایمان والو!جب تم ایک مقررہ مدت تک کسی دین کا لین کرو تو اسے لکھ لو۔)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُدھار لکھنا ضروری ہے۔ تحریر میں لانے کا طریقہ کار فتاویٰ عالمگیریہ میں لکھی گئی ایک مستقل کتاب "كتاب المحاضر و السجلات" کے نام سے اس موضوع پر موجود ہے۔

باب ماجاء فی بیع من یزید :

"عن انس بن مالک ان رسول الله ﷺ باع جلسا وقدحا وقال:من يشترى هذا الحلس والقدح؟فقال رجل" اخذتهما بدرهم، فقال النبى ﷺ: من يزيد على درهم؟ فاعطاه رجل درهمين، فبا عهما منه"[25]

ترجمہ: (حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک ٹاٹ اور پیالہ فروخت کیا، اور فروخت کرتے وقت آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ: کون ان دونوں کو خرید تا ہے؟ ایک صحابی نے کہا: میں ان کو ایک درھم میں خرید تا ہوں، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: کون ایک درھم سے زیادہ لگاتا ہے؟ ایک دوسرے صحابی نے دو درھم لگائے۔ حضور اقدس ﷺ نے وہ ٹاٹ اور پیالہ ان کے ہاتھ فروخت کر دیا۔)

" بیع من یزید" اور " بیع المزایدۃ "نیلام کرنے کو کہتے ہیں۔ نیلامی سے مراد بڑھ چڑھ کر بولی لگانا ہے اسے بیع مزایدہ کا نام دیا گیا ہے۔ یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ مال لینے کی نیت سے کیا گیا ہو تو اس میں کوئی بُرائی نہیں ہے۔

جمہور فقہاء کے مسلک میں نیلامی کرنا جائز ہے جبکہ دوسری طرف فقہاء متقدمین کا اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ نیلام مطلقاً جائز نہیں ہے۔ اس اختلاف کے متعلق جواب دیتے ہوئے آئمہ اربعہ، جمہور فقہاء کی رائے ہے کہ منع اس بات پر کیا جائے گا جب بھاؤ تاؤ کے نتیجے میں بائع کے دل میں اسی مشتری کے ہاتھ وہ فروخت کرنے کا رجحان پیدا ہو گیا لیکن اگر دوسری جانب بائع کے دل میں میلان اور رجحان پیدا نہیں ہوا بلکہ وہ خود دوسروں کو اس بات پر آمادہ کر رہا ہو کہ اِسے اور زیادہ قیمت لگا کر کون خریدے گا تو اس صورت میں ناجائز نہیں ٹھہرے گا۔ مفتی تقی عثمانی اس شرح میں فقہاء کے اختلاف کی تفصیل بھی بیان کرتے ہیں۔ جس میں کہنا ہے کہ مالِ غنیمت اور مال میراث میں نیلام جائز ہو گا جبکہ دوسرے مال میں جائز نہیں مانا جائے گا۔ آپ نے دلائل کے ساتھ ان اختلافات کو واضح کیا ہے جو کہ جمہور فقہاء نے دیے ہیں۔ جس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ نیلام ہر طرح کے مال میں جائز ہے۔[26]

باب ماجاء فی بیع المدبر:

"عن جابر ان رجلا من الانصار دبر غلاماله فمات ولم يترک مالا غيره، فباعه النبى ﷺ، فاشتراه نعيم بن النحام، قال جابر: عبدا قبطيامات عام الاول فى امارة ابن الزبير"[27]

ترجمہ:(حضرت جابر سے سنا، وہ کہہ رہے تھے: انصار کے ایک آدمی نے اپنی موت کے بعد اپنے غلام کے آزاد ہونے کی وصیت کی، کہا: اس کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی مال نہ تھا تو رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس فروخت کر دیا۔ حضرت جابر نے کہا: اسے حضرت نعیم بن النحام نے خرید ا، وہ قبطی غلام تھا، حضرت ابن زبیر کی امارت کے پہلے سال فوت ہوا۔)

مولیٰ کی زندگی میں مدبر بیع کی دو اقسام پائی جاتی ہیں:

(1) مدبر مطلق (2) مدبر مقید

مدبر مطلق سے مراد یہ ہے کہ جس کو آقا مطلقاً یہ کہہ دے:

"انت مرعن دبر منی"

ترجمہ:(میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے۔)

مدبر مقید اُسے کہا جاتا ہے جس میں آقا یہ شرط لگائے کہ غلام کی آزادی کسی خاص مدت یا کسی خاص حادثے میں مرنے کے ساتھ مسلک ہے۔ تمام فقہا کی "مدبر مقید" کے بارے میں رائے پر کوئی اختلاف نہیں ہے جبکہ "مدبر مطلق" کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے۔ شوافع اور حنابلہ کے نزیک ایسی بیع جائز جبکہ حنفیہ اور مالکہ کا اس پر اختلاف ہے۔ مفتی صاحب بتاتے ہیں کہ "مدبر مطلق" کی اگر بات کی جائے تو یہ سچ ہے کہ مولیٰ کے انتقال پر آزادی کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے مولیٰ کا اس غلام سے اتنا حق تو ہے کہ وہ اس سے ساری زندگی اپنی خدمت کروائے مگر وہ اس کو آگے فروخت نہیں کر سکتا ہے۔ اس بنیاد پر مدبر مطلق کو ناجائز قرار دیا ہے اور "مدبر مقید" کی آزادی بھی کیونکر ممکن نہیں ہو سکتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس حادثے میں موت آنے پر آزادی کو مقید کیا جائے گا اس مدت یا اس حادثے کے دوران مولیٰ کا اگر انتقال نہیں ہوتا ہے تو وہ غلام پہلے کی طرح قن میں رہے گا۔ ثابت ہوتا ہے کہ آقا کے انتقال کر جانے پر مدبر کی بیع کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے۔[28]

باب ماجاء فی کراھیۃ تلقی البیوع:

البیوع کے حوالے سے حضرت عبد اللہ کی حدیث اس باب میں درج کی گئی ہے۔

"عن ابن مسعود عن النبی ﷺ انه نهی عن تلقی البیوع"[29]

ترجمہ:(حضرت عبد اللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے تلقی البیوع سے منع فرمایا۔)

اس باب میں مفتی تقی صاحب واضح کرتے ہیں کہ تلقی البیوع کا مطلب اگر کوئی تاجر باہر سے سامان تجاز، شہر کے اندر فروخت کرنے کے لیے لارہا ہے تو دوسرا آدمی اس کے شہر میں داخل ہونے سے پہلے ہی اس سے ملاقات کر کے وہ سامانِ تجارت اس سے خرید لیتا ہے۔

یہاں اس حدیث میں تقی عثمانی صاحب وضاحت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ممانعت کی دو وجوہات ہیں ایک ضرر اور دوسری وجہ غرر ہے۔ ضرر کی وضاحت یہ بتاتے ہیں کہ وہ شخص جو تنہا سامان کا مالک اور اجارہ دار بن جاتا ہے اور پھر ذخیرہ اندوزی پر زور دیتا اور من چاہی رقم لگاتے ہوئے فروخت کرتا ہے جو کہ مہنگائی کا باعث بنتی ہے۔ غرر میں وہ لوگ جو تاجر سے سامان شہر سے باہر لے کر کے اور اُنہیں دھوکہ بھی دیتے ہیں کیونکہ آنے والے تاجر کو معلوم ہوتا ہے کہ بازار میں کیا دام چل رہا ہے۔ اسی وجہ سے تلقی الجلب سے منع کر دیا گیا ہے۔ جالب جس سے مراد کھینچ کرلانے والا کے ہیں۔[30]

غرر اور ضرر ممانعت کی علت:

تقی صاحب وضاحت کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ فقہاء حنفیہ کا اس بات پر استدلال ہے کہ غرر و ضرر علت ہیں حکمت نہیں۔ باقی یقینی طور پر جہاں یہ خرابیاں موجود ہوں گی وہاں ممانعت ضرور آئے گی۔ جبکہ اکثر فقہاء کا کہنا ہے کہ اس میں ممانعت ضرور ہو گی چاہے ضرر یا غرر ہو۔ حنیفہ کے نزدیک "تلقی الجلب" کو ممنوع قرار دیا جائے گا۔ ان کا مسلک ہے کہ کسی شخص نے تلقی الجلب کر لیا تو اس صورت میں بیع منعقد ہو گی اور مشتری اس چیز کا مالک ٹھہرایا جائے گا۔[31]

باب ماجاء فی النھی عن المحاقلۃ والمزابنۃ:

"عن ابی ہریرہ قال: نهى رسول الله ﷺ عن المحاقلة والمزابنة"[32]

ترجمہ: (حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمایا۔)

مزابنہ سے مراد درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو کٹی ہوئی کھجوروں کے عوض فروخت کر دینا ہے۔ دوسری طرف یہی طریقہ کار کھیت کی پیداوار کے لیے اپنایا جائے۔ کھیت میں لگی گندم کے بدلے کٹی ہوئی گندم کے بدلے فروخت کرنا محاقلہ کہلاتا ہے۔ ممنوع قرار دینے کی وجہ کٹی ہوئی کھجور اور گندم کا وزن تو ممکن نہیں ہے۔ اور درخت پر لگی ہوئی کھجور اور کھیت میں کھڑی ہوئی گندم کا وزن کرنا ممکن نہیں ہے۔ مساوات کے دائرے میں رہتے ہوئے بیع کرنے کا حکم ہے۔ ہم اندازہ لگاتے ہوئے یا اٹکل کے طور پر کبھی بھی یقینی مطمئن ہو کر بیع نہیں کر سکتے ہیں۔ اس وجہ سے کمی یا زیادتی کا احتمال باقی رہ جاتا ہے۔ اموال ربویہ میں ایسی بیع حرام ہو گی جس میں کمی یا زیادتی کا احتمال ہو گا۔ ایسی بیع سے حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے۔[33]

باب ماجاء فی کراھیۃ بیع الثمرۃ قبل ان یبدو صلاحھا:

" عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ نهى عن بيع النخل حتى يز هو "[34]

ترجمہ: (حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے کھجور کے درخت کے بیع سے منع فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ وہ خوش رنگ ہو جائے (پختگی کو پہنچ جائے۔)

بیع ثمر بہ وصلاح سے پہلے ممنوع سمجھی جائے گی۔ امام شافعیؒ کا کہنا ہے کہ جب تک پھل پکے گا نہیں تب تک اس پر بیع نہیں کی جا سکتی ہے، پھل پکنے کے بعد بیع کرنا درست ہو گا۔ اور امام ابو حنیفہؒ کا کہنا ہے کہ پھل کا بس آفات اور بیماری سے بچنا زیادہ ضروری ہے بجائے اس کے کہ اس میں مٹھاس پیدا ہو۔ دونوں کا نظریہ ایک ہی سمجھا جائے گا کیونکہ پھل آفات سے محفوظ اُسی وقت رہ سکے گا جب تک وہ پکنا شروع ہو جائے گا۔[35]

باب ماجاء فی کراھیۃ بیع الغرر:

"عن ابی هریره قال: نهی رسول ﷺ عن بیع الغرر والحصاة"[36]

ترجمہ: (حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے دھوکہ اور کنکری پھینک کر بیع کرنے سے روکا ہے۔)

مفتی صاحب غرر سے متعلق وضاحت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں بیع کا طریقہ کار یہ تھا کہ بائع فروخت کرتے وقت کچھ چیزیں سامنے رکھ دیتا تھا اور مشتری کا یہ اصول ہوتا تھا کہ وہ شرط عائد کر دیتا تھا کہ میں دور سے کنکری ماروں گا اور کنکری جس چیز سے جا کر ٹکرائے گی تو اُتنی قیمت پر وہ چیز میری ہو جائے گی۔ چاہے اس میں بائع کا نقصان ہی کیوں نہ ہو تا کیونکہ وہ مقررہ قیمت پر چیز کو لے جاتا تھا چاہے قیمت زیادہ ہوتی یا کم۔ غرر ایک اصطلاح ہے کیونکہ یہ فقہ کے علاوہ اور بھی مسائل پر مبنی ہوتا ہے۔ اس کے متعلق انتقاء سے معلوم ہوتا ہے۔ ایسا عقد جس میں یہ تین باتیں موجود ہوں گی اُس میں غرر کی تحقیق پائی جائے گی، ایسی بائع ممنوع ہو گی۔

(1) مبیع یا ثمن مجہول ہو یعنی بیع کے اندر یہ معلوم نہ ہو کہ کس چیز کی بیع ہو رہی ہے جیسا کہ بیع الحصاۃ کو کہتے ہیں۔

(2) مبیع غیر مقدور التسلیم سے مراد جو چیز بائع فروخت کر رہا ہے وہ مشتری کو حوالے کرنے پر قادر نہ ہو یعنی فضا میں اُڑتے ہوئے پرندوں کی بیع کر رہا ہو۔

(3) تعلیق التملیک علی الخطر: تملیک کے معنی کسی ایسے واقعے کے ساتھ معلق کرنا جس کے وجود میں آنے اور نہ آنے کا احتمال ہو۔ بائع اگر یہ کہے کہ تم مجھے فلاں سامان دیدو اگر اس میں کوئی واقعہ پیش آ جاتا ہے تو میں یہ بیع ختم کر دوں گا مگر یہ بیع جائز نہیں ہو گی۔ تقی صاحب نے غرر کے اندر بیشتر عقود شامل کیے ہوئے ہیں۔ جن میں سے انشورنس کو بھی داخل کیا گیا ہے۔ انشورنس کو عربی میں "تامین" کہا جاتا ہے جبکہ اُردو میں "بیمہ" کہا گیا ہے۔ بیمہ کی تین اقسام ہیں:

(1) زندگی کا بیمہ (2) اشیاء اور سامان کا بیمہ (3) مسولیات کا بیمہ[37]

زندگی کا بیمہ:

اپنی زندگی کا بیمہ کروانے والا ہر وہ شخص جو کمپنی کے پاس چلا جائے اور بیمہ کروانا چاہتا ہو تو ماہانہ قسط ادا کرنے والا دس سال کے عرصے میں انتقال کر جائے تو اس وقت بعض کمپنیاں اُس جمع کی ہوئی رقم کے ساتھ سود لگا کر واپس کر دیتی ہیں۔ جبکہ کچھ کمپنیوں کا یہ اصول ہوتا ہے کہ وہ رقم واپس نہیں کرتی اور جمع رقم بھی ڈوب جاتی ہے۔ اسے زندگی کا بیمہ کہا جاتا ہے۔

ناجائز بیمہ کی دو صورتیں ہیں:

(1) اگر اس بات کا یقینی اندازہ ہو کہ رقم واپس مل جائے گی لیکن اس بات کا علم نہ ہو کہ کتنی ملے گی تو غرر پیدا ہو جائے گا کیونکہ عوض میں سے کسی ایک مقدار کا مجہول ہونا "غرر" کا پایا جاتا ہے۔

(2) رقم کے واپس ملنے پر اگر سود بھی لگا کر دیا جائے گا تو یہ ناجائز ہوگا۔[38]

اشیاء اور سامان کا بیمہ:

دوسری قسم میں شامل اشیاء اور سامان کا بیمہ ہوگا۔ جس میں نقصان کی صورت میں کمپنی اس بات کی ذمہ دار نہیں ہوگی کہ وہ دُوکان یا گاڑی کا نقصان جمع شدہ رقم سے تلافی کرے گی۔ اس وجہ سے ادائیگی یقینی بھی ہے اور دوسری طرف متحمل۔ لہٰذا یہ بات واضح ہے کہ غرر پایا جا رہا ہے۔[39]

مسولیت کا بیمہ (تھرڈ پارٹی انشورنس):

تھرڈ پارٹی انشورنس جسے فریق ثالث کا نام دیا گیا ہے مثلاً گاڑی کا مالک گاڑی چلاتے ہوئے کسی انسان کی جان یا مال کا نقصان کر بیٹھے تو اس صورت میں مرنے یا نقصان پہنچنے والا گاڑی کے مالک کے خلاف ہرجانے کا دعویٰ کر دے تو ایسے آدمی کو بیمہ کمپنی پیسے ادا کر دے گی اس صورت کو بھی ناجائز قرار دیا گیا ہے۔[40]

امداد باہمی کی صورت:

عربی میں التاحین التعاونی اور انگریزی میں میچوول انشورنس سے جانا جانے والا بیمہ جس میں عقد معاوضہ کی صورت کی بجائے امداد باہمی کی شکل میں ہوتا ہے۔ اس میں کچھ بھی ناجائز نہیں ہے۔ اس لیے یہ شرعاً جائز ہوگا۔[41]

قانوناً بیمہ کروانا:

قانوناً کسی بیماری کے تحت کوئی بیمہ کروانے کی ضرورت پڑ جائے تو اس صورت میں اگر حادثہ پیش آجاتا ہے۔[42]

باب ماجاء فی کراھیۃ بیع مالیس عندہ:

"عن حکیم بن حزام قال: سالت رسول الله ﷺ فقلت: یاتینی الرجل فیسا لنی من البیع مالیس عندی ابتاع له من السوق ثم ابیعه، قال: لاتبع مالیس عندک"[43]

ترجمہ: (حکیم بن حزام کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر عرض کیا: میرے پاس کچھ لوگ آتے ہیں اور اس چیز کو بیچنے کے لیے کہتے ہیں جو میرے پاس نہیں ہوتی، تو کیا میں اس چیز کو ان کے لیے بازار سے خرید کر لاؤں پھر فروخت کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو چیز تمھارے پاس نہیں ہے اس کی بیع نہ کرو۔)

اس باب میں تقی صاحب سٹہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے بتایا ہے کہ کس طرح غیر مملوک چیزوں کو فروخت کیا جاتا ہے اور اس کو فروخت کرنے کا اصول غلط ہے کیونکہ غیر مملوک چیز کو فروخت کرنے کی اجازت ملنے کے بعد سٹے کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ تقی عثمانی صاحب بتاتے ہیں کہ سٹہ میں انسان یعنی مالک کے ہاتھ میں ایک روپے کا مال نہیں ہوتا ہے۔ لیکن وہ بغیر مال کے کروڑوں روپے کا کاروبار کر لیتا ہے۔ جیسا کہ آج کل اسٹاک ایکسچینج میں ہو رہا ہے۔ کراچی میں لوگوں کے پاس چھوٹے چھوٹے کیبن بنائے گئے ہیں اور ان کیبن کے اندر ٹیلی فون پڑے ہوتے ہیں اور وہ لوگ ٹیلی فون پر بھی کروڑں کا کاروبار کر لیتے ہیں جو چیز آپ کی ملکیت میں نہیں ہے اُس کا کاروبار کیسے کر سکتے ہیں، اس لیے یہ جائز نہیں ہے۔[44]

باب ماجاء فی الصرف

بیع صرف کا بیان:

"عن نافع قال:انطلقت انا وابن عمر الی سعید فحدثنا ان رسول اللہﷺ قال:سمعته اذنای هاتین یقول لا تبیعو الذهب بالذهب الامثلا بمثل والفضة بالفضة الامثلا بمثل لا یشف بعضه علی بعض ، ولا تبیعوا منه غائبا بنا جز "[45]

ترجمہ: (حضرت نافع فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور حضرت عبد اللہ بن عمر حضرت ابو سعید خدری کے پاس گئے۔ انہوں نے ہمیں یہ حدیث سنائی کہ رسول ﷺ نے فرمایا: رسول ﷺ کی یہ بات میرے ان دو کانوں نے سنی ہے، سونے کو سونے سے مت بیچو، مگر برابر سرابر کر کے اور چاندی کو چاندی کے عوض مت فروخت کرو مگر برابر سرابر کر کے، ایک عوض دوسرے سے زیادہ نہ ہو اور غائب کو ناجز کے عوض مت فروخت کرو۔)

تقی صاحب حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں ایک حکم ایسا جو زائد بیان کیا گیا وہ یہ کہ لا تتبعوا منہ غائبا بناجز اس جملے کے ذریعے اشیاء ستہ میں سے سونے چاندی کو باقی چار اشیاء سے علیحدہ کر دیا اور ان میں فرق بیان کر دیا۔ وہ فرق یہ ہے کہ اشیاء اربعہ کا تبادلہ جب ایک جنس سے ہو تو تفاضل بھی حرام ہے اور پیشہ بھی حرام ہے اگر تفاضل نہ ہو اور پیشہ بھی نہ ہو، بلکہ بیع حال ہو، لیکن احد العوضین مجلس عقد میں موجود نہ ہو، تب بھی بیع جائز ہے کیونکہ ان چار اشیاء کے لیے بھی تقابض فی المجلس ضروری نہیں لیکن سونے چاندی کے تبادلے کے وقت تفاضل بھی حرام، نسیئہ بھی حرام اور تقابض فی المجلس بھی ضروری ہے۔ لہٰذا عوفین کا مجلس عقد میں موجود ہونا ضروری

ہے۔اس لئے کہ بیع صرف میں عوضین کا مجلس عقد میں موجود ہونا ضروری ہے۔اس لیے کہ بیع صرف میں عوضین پر مجلس عقد میں قبضہ کرنا ضروری ہے ورنہ بیع درست نہیں ہو گی۔(46)

باب ماجاء فی ابتیاع النخل بعد التابیر:

"عن عبداللہ ابن عمر قال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول:من ابتاع نخلا بعد ان توبر فثمر تها للذی باعهاالا ان یشترط المبتاع، ومن ابتاع عبداوله مال فماله للذی باعه الاان یشترط المبتاع"(47)

ترجمہ:(حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سُنا کہ جس شخص نے تابیر کے بعد کھجور کا درخت خریدا تو اس صورت میں جو کھجوریں درخت پر لگی ہوں گی وہ بائع کی ہوں گی، مگر یہ کہ مشتری اس کے خلاف شرط لگائے،اور جو شخص کوئی غلام بیچے اور اس غلام کے پاس مال ہو تو وہ مال اس کا ہو گا، جس نے اس کو بیچا ہے سوائے اس کے کہ خریدنے والا شرط طے کرلے کہ اسے میں لوں گا۔)

تقی عثمانی وضاحت کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ مشتری بائع کو کہے کہ میں پھل اور درخت دونوں خریدتا ہوں۔اس صورت میں وہ پھل مشتری کا ہو جائے گا۔اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اصول کو واضح بیان کیا ہے کہ جب درخت کی بیع ہو گی تو یہ بتانا مشتری کے لئے لازم ہو گا کہ میں درخت پر لگا ہوا پھول بھی بیع کے اندر داخل کر رہا ہوں۔(48)

حنیفہ اور شافعیہ کا اختلاف:

تقی صاحب اس مسئلے پر حنفیہ اور شافعیہ کا اختلاف بیان کرتے ہیں کہ امام شافعیؒ کے نزدیک حدیث میں "بعد ان تو بر" کی قید لگی ہوئی ہے اور یہ قید احترازی ہے لہٰذا اگر "تا بیر" سے پہلے درخت کی بیع ہوئی ہو تو اس صورت میں پھل خود بخود درخت کی بیع میں داخل ہو جائے گا۔اس لئے کہ مفہوم مخالف حجت ہے لیکن اگر بیع اس پھل کو مستثنیٰ کر دے تو اس صورت میں پھل بیع میں داخل نہیں ہو گا۔ جبکہ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ قبل التابیر اور بعد التابیر میں کوئی فرق نہیں۔ لہٰذا قبل التابیر بیع کی صورت میں پھل بائع ہی کا ہو گا۔ جہاں تک قید کا تعلق ہے تو اس قید سے لازم سو نہیں ہو تا کہ یہ حکم قبل التابیر نہیں ہے۔ لہٰذا اصل التابیر میں بھی یہی حکم ہے۔(49)

باب ماجاء في شراء القلادة وفیھا ذھب وخرز:

"عن فضالة ابن عبید قال: اشتریت یوم خیبر قلادة باثنی عشردینارا فیها ذهب وخرز، ففصلتها فوجدت فیها اکثر من اثنی عشر دینارا،فذکرت ذلک للنبیﷺ فقال:لا تباع حتی تفصل"(50)

ترجمہ:(حضرت فضالہ ابنِ عبید فرماتے ہیں کہ میں نے غزوہ خیبر کے دن ایک ہار بارہ دینار میں خریدا،اس ہار میں سونا تھا اور کوڑیاں تھیں۔ چنانچہ جب بعد میں میں نے اس کا سونا الگ کیا تو دیکھا کہ اس کا سونا بارہ دینار سے زیادہ وزن کا ہے

۔میں نے یہ واقعہ حضور ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو اس وقت تک بیچنا جائز نہیں جب تک اِس کا سونا الگ نہ کر لیا جائے۔)

امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ کا مسلک:

امام شافعیؒ اس حدیث کی بنیاد پر فرماتے ہیں کہ مرکب حالت میں بیع جائز نہیں۔ جب تک کوئی چیز ذھب اور غیر ذھب سے مرکب ہو تو اس کی بیع ذھب کے عوض جائز نہیں جب تک ذھب کو غیر ذھب سے علیحدہ نہ کر لیا جائے ۔اس صورت میں ربا لازم آجانے کا احتمال رہے گا۔ ذھب کو بمثل فروخت کرو اور غیر ذھب کو جس طرح چاہو فروخت کرو۔

حنفیہ فرماتے ہیں کہ جو سونا اس ہار میں لگا ہوا ہے۔ اگر علیحدہ کیے بغیر اس کا وزن معلوم کیا جاسکتا ہے تو پھر علیحدہ کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ جتنا سونا اس ہار میں ہے اس سے تھوڑا زیادہ سونا اس کی قیمت میں دے دیا جائے تو یہ بیع جائز ہو جائے گی۔ یہ اختلاف صرف سونا اور چاندی کا نہیں بلکہ یہ اختلاف ہر اس مرکب چیز میں ہے جو ذھب اور غیر ذھب سے مرکب ہو اور اس کی قیمت ذھب مقرر کی جارہی ہو۔ اصل میں یہ مسئلہ اور اختلاف کھجور ہی سے نکلا ہے۔ اس لیے کہ اس زمانے میں ایک پیمانہ کھجور اور کھجور سے مرکب تھا اور اس کو کھجور کے عوض فروخت کیا جارہا تھا۔ اس لیے اس نوعیت کے تمام مسائل کا نام "مسئلہ مدعجوۃ" ذکر کیا گیا۔[51]

کمپنیوں کے شیئرز کی حقیقت:

مفتی صاحب نے اس مسئلے "مسئلہ مدعجوہ" کو موجودہ دور کے مسئلہ کمپنیوں کے شیئرز کی خرید و فروخت کے مسئلہ کی وضاحت کی ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں "شیئرز" کو اُردو میں "حصے" سے تعبیر کرتے ہیں اور عربی میں "سھم" کہتے ہیں۔ یہ شیئر کسی کمپنی کے اثاثوں میں شیئر کے حامل کی ملکیت کے ایک متناسب حصے کی نمائندگی کرتا ہے۔ مثلاً اگر میں کسی کمپنی کا شیئر خریدتا ہوں تو وہ "شیئر سرٹیفکیٹ" جو ایک کاغذ ہے، وہ اس کمپنی میں میری ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے۔ لہٰذا کمپنی کے جتنے اثاثے اور املاک ہیں "شیئر" خریدنے کے نتیجے میں ان سب کے اندر متناسب حصے کا مالک بن جائے گا۔[52]

باب ماجاء فی النھی للمسلم ان یدفع الی الذمی الخمر الخ:

خمر سے سرکہ بنانے کا بیان:

"عن ابی سعید قال: کان عندنا خمر لیتیم، فلما نزلت المائدۃ سالت رسول اللہ ﷺ عند وقلت، انہ لیتیم قال: اھریقوہ"[53]

ترجمہ:(حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک یتیم بچے کی شراب رکھی ہوئی تھی۔جب سورہ مائدہ نازل ہوئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ: میرے پاس فلاں یتیم کی شراب رکھی ہوئی ہے اس کا کیا کروں؟حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کو بہادو۔)

شافعیہ اور حنفیہ کا مسلک:

امام شافعیؒ استدلال اس بات پر کرتے ہیں مسلمان کے پاس کسی بھی طریقہ سے شراب آجائے تو اس کا واحد مصرف یہی ہے کہ اس کو بہادے اور ضائع کردے۔اس کو سرکہ بنا کر استعمال کرنا جائز ہوتا تو آپ ﷺ ضرور اجازت دے دیتے،اس لئے کہ ایک یتیم کا مال تھا جس میں احتیاط سے کام لیا جاتا ہے لیکن آپ ﷺ نے اس کو بھی بہادینے کا حکم دیا تھا۔

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ شراب کی حرمت اس لئے کہ اس میں خمریت پائی جاتی ہے۔اب اگر کوئی شخص اس کی ماہیت تبدیل کرکے اس کا سرکہ بنالے تو اس کا استعمال جائز ہے کوئی گناہ نہیں۔[54]

باب ماجاء في بيع جلود الميتة والاصنام:

" عن جابر بن عبد الله،انه سمع رسول الله ﷺ عام الفتح وهو بمكته، يقول:ان الله رسوله حرم بيع الخمر، والميته والخنزير،والاصنام فقيل: يارسول اللهﷺ،ارايت شحوم الميته-فانه يطلى لها السفن ويدمن بها الجلود،و يستصبح بهاالناس؟قال:لا،هوحرام،ثم قال رسولﷺعند ذٰلک: قاتل الله اليهود،ان الله حرم عليها الشحوم، فاحملوه، ثم باعوه، فاكلو ا ثمنه"[55]

ترجمہ:(جابر بن عبداللہ نے فرمایا کہ انھوں نے رسول ﷺ سے سنا کہ فتح مکہ کے سال آپ ﷺ نے فرمایا: آپ ﷺ کا قیام ابھی مکہ ہی میں تھا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے شراب، مردار، سور اور بتوں کا بیچنا حرام قرار دے دیا ہے۔اس پر پوچھا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ!مردار کی چربی کے متعلق کیا حکم ہے؟اسے ہم کشتیوں پر ملتے ہیں ، کھالوں پر اس سے تیل کا کام لیتے ہیں اور لوگ اس سے چراغ بھی جلاتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: کہ نہیں وہ حرام ہے۔اسی موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ یہودیوں کو برباد کرے۔اللہ تعالیٰ نے جب چربی ان پر حرام کی تو ان لوگوں نے پگھلا کر اسے بیچا اور اس کی قیمت کھالی۔)

تقی صاحب بیان کرتے ہیں کہ شراب اصل میں انگور سے بنتی ہے اور لغت میں اسے خمر کہا جاتا ہے اور خمر کی بیع جائز نہیں ہے۔امام ابو حنیفہؒ اور مزید تین شرابوں کے نام بتاتے ہیں جس میں ایک طلا، دوسری نقیع الذبیب اور تیسری نقیع التمر۔ان کے علاوہ اور بھی مختلف شرابیں ہیں لیکن وہ نجس نہیں ہوتیں، جس وجہ سے ان کا استعمال ممکن ہے۔

ان کی بیع کو امام صاحب نے جائز قرار دیتے ہوئے فتویٰ جاری کیا ہے۔ جبکہ پینے کے حوالے سے امام محمدؒ کے قول پر فتویٰ جاری کیا ہے۔

بیع کرنے کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ ایک چیز کا جائز استعمال ممکن ہو تو اس کی بیع کو بھی جائز قرار دیا جائے گا جبکہ جس چیز کا جائز استعمال ممکن نہ ہو گا اور وہ ناجائز کاموں میں استعمال ہو گی جو اس کی بیع بھی جائز نہیں ہو گی۔ اس میں افیون، بھنگ اور چرس کا حکم ملتا ہے جس کا کھانا تو ناجائز ہے مگر اسے مختلف چیزوں میں استعمال کرنا جائز ہے جیسے دوائیوں میں استعمال کی جاتی ہیں جس وجہ سے ان کی بیع جائز ہے۔[56]

اصنام کی بیع من حیث بھی جائز نہیں:

تقی صاحب کے نزدیک اصنام کی بیع ناجائز ہے لیکن اگر کوئی شخص اصنام کو اس صورت میں فروخت کرے کہ سونے کا بنا ہوا بت ہے اور وہ بائع اس کو سونے کے عوض فروخت کر رہا ہے تو یہ بیع ناجائز نہیں ہو گی۔ باقی بت کو توڑ دے تو زیادہ بہتر ہو گا۔ صنم کی حیثیت میں فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔[57]

مُردار کی چربی کا حکم:

تقی صاحب وضاحت میں بیان کرتے ہیں کہ کس طرح اللہ کریم نے یہودیوں پر مُردار کی چربی کو حرام قرار دیا مگر اس کے باوجود انہوں نے پگھلا کر فروخت کر لیا اور اس کی قیمت وصول کی۔ اس کے بعد یہ حیلہ کیا کہ ہم پر شحم چربی حرام ہوئی ہے۔ شحم چربی سے مراد جب چربی پگھلائی گئی نہ ہو اور جب پگھلا لیا جائے تو حرام نہیں رہتی ہے۔ اس لئے یہ شحم نہیں بلکہ ودک کہلائے گی۔ ان کا یہ حیلہ درست نہیں تھا۔[58]

نام کے بدلنے سے حقیقت نہیں بدلتی:

محض نام بدل لینے سے حقیقت میں کمی نہیں آتی ہے۔ اور حلت و حرمت میں فرق نہیں آئے گا۔ البتہ اگر ماہیت بدل دی جائے مثلاً خمر کی ماہیت بدل کر "خل" بن جائے گا تو اس صورت میں حکم بھی بدل جائے گا۔ یعنی حرمت کا حکم ختم ہونے کے ساتھ حلال ہو جائے گی۔[59]

ممانعت کی نص ہو تو بیع جائز نہیں:

تقی صاحب کے نزدیک جس چیز کا استعمال ممکن ہو جائے گا تو اس کی بیع جائز ہو جائے گی۔ یہ حکم صرف اس صورت میں ہو گا جب اس کے خلاف کوئی نص نہیں پائی جائے گی۔ لیکن اگر ممانعت کی نص مل جائے تو اس صورت میں چاہے اس کے استعمال کی جائز صورت ممکن ہو تب بھی بیع جائز نہیں ہو گی۔[60]

باب ماجاء في كراهية الرجوع من الهبة:

"عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ قال: لیس لنا مثل السوء العائد فی هبته کالکلب یعود فی قیئه "[61]

ترجمہ: (حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے لئے یہ بری مثال نہ ہونی چاہیے کہ اپنے ہبہ کو واپس لینے والا ایسا ہے جیسے کوئی کتا قے کرکے اس کو چاٹ لے۔)

اس سے مراد یہ ہے کہ اگر ایک شخص ایک مرتبہ بیع کر بیٹھے تو اس کو واپس لینا ایسا ہی ہو گا جیسے کتا کا قے کرکے چاٹنا۔

شافعیہ اور حنفیہ کا مسلک:

تقی عثمانی نے اس حدیث سے امام شافعیؒ کے استدلال کو واضح کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک ہبہ کرنے کے بعد واہب کو رجوع کرنے کا حق باقی نہیں رہتا ہے نہ قضاءً نہ دیانتہً جبکہ "رجوع عن الھبہ" کو ایک ہی صورت میں جائز بتایا گیا ہے۔ وہ یہ کہ اگر باپ اپنے بیٹے کو کوئی بھی چیز بطور ہبہ کر دے تو باپ کے لئے جائز ہو گا کہ وہ اسے واپس لے لے۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ کا کہنا ہے کہ "رجوع عن الھبہ" اس صورت میں جائز ہو گا اگر غیر ذی رحم محرم کو ہبہ دیا ہو۔ اگر ہبہ ذی رحم محرم کو دے دیا گیا ہے تو ہبہ کے بعد کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہو گا۔ اس کے علاوہ اگر غیر ذی رحم محرم کو ہبہ دیا گیا ہو اور موھوب لہ نے اس ہبہ کے عوض واھب کو کوئی چیز دے دی تو اُس صورت میں بھی رجوع کرنا جائز نہیں سمجھا جائے گا اور اگر کوئی عوض نہیں دیا تو پھر "رجوع عن الھبہ" بھی جائز ہے۔[62]

حنفیہ کا استدلال اور حدیث باب کا جواب:

امام شافعیؒ کی دلیل کو بطور حدیث باب مفتی صاحب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہبہ سے رجوع کرنے والے کو کُتے کا قے کرکے چاٹنے کی مثل قرار دیا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے اس پر دیئے گئے جوابات کی وضاحت کے لیے حدیث ملتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ ہبہ سے رجوع کرنا ناجائز اور حرام ہے جبکہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ہبہ سے رجوع کرنا خلاف مروت ہے۔ اسی وجہ سے ہبہ سے رجوع کرنے کو کُتے کی قے سے چاٹنے سے تشبیہ دی اور کُتے کا قے کرکے چاٹنا حرام نہیں ہو گا۔ آپ ﷺ نے یہ مثال نہیں دی ہے کہ انسان اپنی قے کرکے چاٹ لے۔ اس سے واضح ہوا کہ جب مثل بہ حرام نہیں تو ممثل بھی حرام نہیں ہو گی۔

تقی عثمانی اس جواب کو کمزور قرار دیتے ہیں۔ اس لیے کہ امام ابو حنیفہؒ غلط تشنیع بیان کرتے ہیں کہ چونکہ کُتے کے لیے یہ فعل حلال ہو گا۔ اس وجہ سے "رجوع عن الھبہ" بھی حلال ہو گی۔ یہ بات محاورات میں غلط مانی جاتی ہے۔[63]

باپ اپنے بیٹے سے رجوع اھبہ کر سکتا ہے:

"عن ابن عمر عن النبیﷺ انه قال: لا یحل لاحد ان یعطی عطیة فیرجع فیها الا الو الد فیها یعطی ولده"[64]

ترجمہ:(حضرت عمر سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی شخص کے لیے حلال نہیں کہ وہ عطیہ دے اور پھر اس سے رجوع کرے، سوائے والد کے اس نے جو مال اپنے بیٹے کو بطور ہبہ دیا ہے اُس سے رجوع کر سکتا ہے۔)

تقی صاحب حنفیہ کے اصول کی تاویل میں اس حدیث کو لکھتے ہیں۔ اصول واضح کرتے ہوئے بتایا گیا کہ کسی ذو رحم محرم کو ہبہ تو اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہونا چاہیے۔ جبکہ وہ اس اصول کی تاویل میں اجازت "انت و مالک لا بیک" کی قبیل کو مانتے ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ باپ اپنے بیٹے کی تمام املاک میں تصرف کر سکتا ہے۔ اس میں یہ بھی داخل ہے کہ ہبہ دے کر واپس لینے کا حق بھی حاصل ہو۔ لہٰذا بیٹے سے ہبہ واپس لینے کا حق حاصل ہے۔[65]

باب ماجاء فی ارض المشترک یرید بعضھم بیع نصیبہ:

"عن جابر بن عبداللہ ان نبی ﷺ قال: من کان لہ شریک فی حائط فلا یبیع نصیبہ من ذلک حتی یعرضہ علی شریکہ "[66]

ترجمہ:(حضرت جابر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا کسی باغ میں کوئی شریک ہو وہ اپنا حصہ باغ میں سے فروخت نہ کرے، جب تک وہ اپنا حصہ اپنے شریک کو پیش نہ کر دے۔)

تقی صاحب بیان کرتے ہیں کہ دو آدمیوں کے درمیان ایک باغ مشترک ہو اور ایک فریق اپنا حصہ دوسرے کسی شخص کے ہاتھ فروخت کرنا چاہے تو اس پر فرض ہے کہ کسی اور کو فروخت کرنے سے پہلے اپنے شراکت دار کو پیش کرتے ہوئے بتائے کہ اس حصہ کی اتنی قیمت بازار میں لگ رہی ہے، اگر تم اس قیمت پر خریدنا چاہتے ہو تو خرید لو۔ اگر وہ شریک خریدنے پر راضی ہو جائے تو ٹھیک ورنہ کسی اور کو فروخت کر دے۔ تقی عثمانی صاحب کے مطابق یہ حکم متفق علیہ ہے کہ شریک پر پیش کرنا چاہیے لیکن اگر اس نے شریک پر پیش کیا اور شریک نے خریدنے سے انکار کر دیا تو اب سوال یہ ہے کہ کیا اس کے انکار کرنے سے اس کا حق شفعہ ساقط ہو جائے گا یا نہیں؟[67]

حق شفعہ کے اسقاط کا حکم:

فقہاء کے مؤقف کو تقی عثمانی صاحب بیان فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ کے نزدیک حق شفعہ ساقط ہو گی کیونکہ شراکت دار کو خریدنے کا موقع دیا مگر وہ نہیں خرید رہا تو اس نے اپنے حق شفعہ کو ساقط کر دیا۔ لہٰذا اب دوسرے شخص کو فروخت کرنے پر اس شریک کو حق شفعہ نہیں مل سکے گا اور بیع تام ہو جائے گی۔ امام ابو حنیفہؒ کا کہنا ہے کہ پیشکش کے بعد بھی خریدنے سے انکار کرنے پر حق شفعہ ساقط نہیں ہو گا۔ کیونکہ حق شفعہ ثابت ہی بیع سے ہوتا ہے۔ جب تک بائع نے بیع نہیں کی اس وقت تک حق شفعہ ثابت نہیں ہوا۔ اور ساقط ہونا ثابت ہونے کی فرع ہے۔ اس لیے بیع کرنے کے بعد انکار کرنا کسی وجہ سے ساقط ہو گا، پہلے ساقط نہیں ہو سکے گا۔[68]

وجادۃ کا حکم:

تقی صاحب وجادۃ کے حکم کو بیان کرتے ہیں۔ حضرت قتادہ کے پاس حضرت سلیمان لشکری کا صحیفہ آ گیا اور حضرت سلیمان لشکری کے پاس حضرت جابر کا صحیفہ تھا۔ حضرت سلیمان لشکری اس صحیفے سے روایت کرتے تھے ایسے صحیفے کو وجادہ کہا جاتا ہے جبکہ "مناولہ" وہ صحیفہ ہوتا ہے جو شیخ اپنے کسی شاگرد کو دے دیتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ تم اس میں موجود تمام روایات کو آگے روایت کر سکتے ہو یا شیخ اس شاگرد کو اجازت دے دیتا ہے کہ اس صحیفے کے اندر جو روایات ہیں اس کی تمہیں اجازت دیتا ہوں۔ لیکن اگر کسی شاگرد کو اپنے شیخ کو کوئی صحیفہ "مناولہ" کے بغیر کہیں سے مل گیا وہ صحیفہ "وجاہ" کہلاتا ہے اور یہ معتبر نہیں ہوتا۔(69)

باب ماجاء فی من یعتق ممالیکہ عند موتہ الخ:

"عن عمران بن حصين ان رجلا من الانصار اعتق ستة اعبدله عند موته ولم يكن له مال غير هم فبلغ ذلك النبي ﷺ فقال له قولا شد يداقال: ثم دعاهم فجز اهم ثم اقرع بينهم فاعتق اثنين وارق اربعة "(70)

ترجمہ: (حضرت عمران بن حصین سے روایت کرتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص نے اپنی موت کے وقت اپنے چھ غلاموں کو آزاد کر دیا اور ان چھ غلاموں کے علاوہ اس کے ترکے میں کوئی اور مال دار نہیں تھا۔ جب حضور ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے اس کے لیے سخت الفاظ استعمال کئے۔ اس لئے کہ مرض الموت میں ترکے کے ساتھ ورثاء کا حق متعلق ہو جاتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے تمام غلاموں کو بلایا اور ان کے حصے الگ کئے اور دو غلاموں کی ٹولیاں بنا دیں، پھر ان کے درمیان قرعہ اندازی کر کے دو کو آزاد کر دیا اور چار کر بدستور غلام رکھا۔)

کیا قرعہ اندازی سے حق ثابت کیا جا سکتا ہے؟

اس حدیث کے بارے میں حنفیہ کا کہنا ہے کہ ابتداء اسلام میں حضور ﷺ نے بہت سے فیصلے قرعہ اندازی سے کرنے کی اجازت تو دی تھی لیکن بعد میں حقوق کے اثبات یا نفی میں قرعہ اندازی کا استعمال منسوخ ہو گیا۔ حتی کہ آغازِ اسلام میں فصل خصومات میں بھی قرعہ اندازی سے فیصلہ ہوتا رہا ہے۔ اسی وجہ سے زمانہ جاہلیت میں استقسام بالازلام کا طریقہ رائج رہا ہے مگر جیسے ہیں قمار، غدر، استقسام بالازلام کی ممانعت آئی ویسے ہی قرعہ اندازی کا معاملہ بھی منسوخ ہو گیا۔(71)

باب ماجاء فی المزارعۃ:

"عن ابن عمر ان النبی ﷺ :عامل اهل خيبر بشطر مايخرج منها من ثمر اوزرع "(72)

ترجمہ: (حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے اہل خیبر سے آدھی پیداوار پر معاملہ فرمایا چاہے وہ پھل کی ہو یا کھیتی کی ہو۔)

یعنی آدھی تمہاری ہوگی اور آدھی ہماری ہوگی۔ گویا کہ کھیت میں مزارعت کا اور باغات میں مساقات کا معاملہ فرمایا۔ یہ حدیث ان فقہاء کی دلیل ہے جو مزارعت کو جائز کہتے ہیں۔

تقی عثمانی اپنی کتاب میں اس حدیث کے بارے میں وضاحت بیان کرتے ہیں کہ کسی زمین کو دوسرے کو کاشت پر دینے کی چند صورتیں ہوتی ہیں جن میں مالک اپنی زمین کاشت کار کو کرایہ پر دے اور اس سے معین کرایہ وصول کرے۔ یہ کرایہ نقد کی شکل میں ہو، پیداوار کی شکل میں نہ ہو اور مالک زمین کا پیداوار سے کوئی تعلق نہ ہو۔

دوسری صورت یہ ہے کہ زمین دوسرے کو اس شرط پر دے کہ پیداوار کا کچھ حصہ زمین دار کا ہوگا اور کچھ حصہ کاشت کار کا ہوگا۔ یہ صورت شرعاً ناجائز ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ زمین دار زمین کے ایک مخصوص حصے کی پیداوار اپنے لئے مقرر کرلے اور یہ کہے کہ اس حصے میں جتنی پیداوار ہوگی وہ میری ہوگی اور دوسرے حصے میں جتنی پیداوار ہوگی وہ تمہاری ہوگی۔ اس کو ناجائز قرار دیا ہے۔ آخری اور صحیح صورت یہی ہوگی کہ زمین دار یہ طے کرے کہ پیداور کا ایک چوتھائی حصہ میں لوں گا اور تین چوتھائی تمہارا ہوگا یا پیداوار آدھی کرلی جائے گی۔ یہی صورت جائز ہوگی کیونکہ یہ مزارعۃ بالثلث اوبالربع یا مزارعۃ بالحصۃ المشاعۃ کی طرح ہے۔ لیکن فقہاء کا اس پر بھی اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ناجائز جبکہ صاحبین اور دوسرے بہت سے فقہاء جائز کہتے ہیں۔ (73)

مسائل ومعاملات میں تقی عثمانی صاحب جدید دور میں پیش آنے والے معاشی مسائل سے ہمکنار کرواتے ہوئے اُن کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں فرماتے ہیں تاکہ ہماری علمی رہنمائی کرسکیں۔ تقی عثمانی صاحب نے قرآن وسنت کے ساتھ ساتھ تمام مسالک کے نظریات کو سامنے رکھا ہے اور صحابہ کرام، تابعین عظام، تبع تابعین، آئمہ محدثین کی رائے کو بھی بیان کیا ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ تقی عثمانی معاشیات کی تعلیم اسلامی قوانین واصول کے مطابق فراہم کرتے ہیں۔

حوالہ جات

القرآن الحکیم

1. عثمانی، محمد تقی، البلاغ بیادِ فقیہ ملتہ حضرت محمد شفیع، مکتبہ دار العلوم، کراچی، 1962ھ، ج:1، ص:79
2. مرزا، محمد عدنان، تربیتی بیانات، مکتبہ الایمان، کراچی، س۔ن، ص:6
3. عثمانی، محمد تقی، تقریر ترمذی، مکتبہ دار العلوم، کراچی، 1990ء، ج:1، ص:7
4. ایضاً، ج:1، ص:3
5. بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ، امام، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب تحریم بیع الحاضر البادی، حدیث نمبر: 2160، دار القلم، بیروت، لبنان، دمشق وشام، 1401ھ / 1981ء
6. ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی، الجامع الصحیح، کتاب البیوع عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء لایبیع

حاضر لباد، حدیث نمبر:1223، داراحیاء التراث العربی، س۔ن
7. افریقی، محمد بن مکرم، ابنِ منظور، لسان العرب، دار صادر، بیروت، لبنان، س۔ن، ج:6، ص:321
8. ولی اللہ، شاہ، حضرت، حجۃ اللہ البالغہ، (مترجم: محمد اسماعیل گودھروی)، مکی دار الکتب، اُردو بازار لاہور، س۔ن، ج:1، ص:431
9. آل عمران(3)19
10. الزخرف(43)32
11. بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ، امام، الصحیح، کتاب الایمان، باب فضل من استبراء لدینہ، حدیث نمبر:52
12. ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب ترک الشبہات، حدیث نمبر: 1205، دارالعرب الاسلامی، بیروت، لبنان، 1998ء
13. عثمانی، محمد تقی، تقریر ترمذی، مکتبہ دار العلوم، کراچی، 1990ء، ج:1، ص:35
14. ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی، الجامع الصحیح، کتاب البیوع عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی اکل الربا، حدیث نمبر:1206
15. عثمانی، محمد تقی، تقریر ترمذی، ج:1، ص:38
16. البقرہ(2)275
17. البقرہ(2)279-278
18. عثمانی، محمد تقی، تقریر ترمذی، ج:1، ص:39
19. ایضاً، ص43
20. ابوداؤد، سلیمان بن اشعث سجستانی، امام، السنن، کتاب البیوع، باب فی التجارۃ یخالطھا الحلف واللغو، حدیث نمبر:3326، فرید بک سٹال، اُردو بازار، لاہور، 1975ء
21. عثمانی، محمد تقی، تقریر ترمذی، ج:1، ص:58
22. ابن ماجہ، ابوعبداللہ، محمد بن یزید العربی القزوینی، امام، سنن ابنِ ماجہ، کتاب التجارات، باب شراء الرقیق، حدیث نمبر:2251، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1988ء/1419ھ
23. عثمانی، محمد تقی، تقریر ترمذی، ج:1، ص:65
24. البقرۃ(2)282
25. ابوعبدالرحمٰن، احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر الخرسانی، امام، سنن نسائی، کتاب البیوع، باب البیع فیمن یزید، حدیث نمبر: 4512، مکتبہ المیزان، لاہور، 2004ء
26. عثمانی، محمد تقی، تقریر ترمذی، ج:1، ص:68
27. مسلم، ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم بن وردا القشیری النیشاپوری، الصحیح، کتاب القسامۃ، باب جواز بیع المدبر، حدیث نمبر: 4339، دار حیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، س۔ن

28. عثمانی، محمد تقی، تقریر ترمذی، ج:1، ص:71
29. مسلم، ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیشاپوری، الصحیح، کتاب البیوع، باب تحریم تلقی الجلب، حدیث نمبر: 3821
30. عثمانی، محمد تقی، تقریر ترمذی، ج:1، ص:74
31. ایضاً، ص:75
32. بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ، امام، الصحیح، کتاب البیوع، باب بیع المزابنة، حدیث نمبر: 1224
33. عثمانی، محمد تقی، تقریر ترمذی، ج:1، ص:82
34. ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمیٰ، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب ماجاء کراھیہ بیع الثمر قبل ان یبدی صلاحھا، حدیث نمبر: 1226
35. عثمانی، محمد تقی، تقریر ترمذی، ج:1، ص:88
36. ابوداؤد، سلیمان بن اشعث سجستانی، امام، السنن، کتاب البیوع، باب فی بیع الضمر، حدیث نمبر: 3376
37. عثمانی، محمد تقی، تقریر ترمذی، ج:1، ص:96
38. ایضاً، ص:98
39. ایضاً، ص:99
40. ایضاً
41. ایضاً، ص:100
42. ایضاً، ص:98
43. ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمیٰ، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب ماجاء فی کراھیة بیع مالیس عندک، حدیث نمبر: 1232
44. عثمانی، محمد تقی، تقریر ترمذی، ج:1، ص:88
45. مسلم، ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم بن وردا القشیری النیشاپوری، الصحیح، کتاب المساقاة، باب ماجاء ان الحنطة بالحنطة مثلاً بمثل الخ، حدیث نمبر: 2177
46. عثمانی، محمد تقی، تقریر ترمذی، ج:1، ص:141
47. ابن ماجہ، ابوعبداللہ، محمد بن یزید الربعی القزوینی، امام، السنن، کتاب البیوع، حدیث نمبر: 2211، دار لکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۸ء/ ۱۴۱۹ء
48. عثمانی، محمد تقی، تقریر ترمذی، ج:1، ص:154
49. ایضاً، ص:155
50. ابوداؤد، سلیمان بن اشعث سجستانی، امام، السنن، کتاب البیوع، باب فی حلیة السیف تباع للدراھم، حدیث نمبر: 3352
51. عثمانی، محمد تقی، تقریر ترمذی، ج:1، ص:180

52. ایضاً، ص:184
53. بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ، امام، الصحیح، کتاب البیوع، باب ماجاء النبی للسلم ان یدفع الی الذمی الخمر الخ، حدیث نمبر:4620
54. عثمانی، محمد تقی، تقریر ترمذی، ج:1، ص:227
55. ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب بیع المیتۃ والاصنام، حدیث نمبر:2236
56. عثمانی، محمد تقی، تقریر ترمذی، ج:1، ص:223
57. ایضاً، ص:224
58. ایضاً
59. ایضاً
60. ایضاً، ص:225
61. ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمٰی، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب الرجوع فی الھبتہ، حدیث نمبر 2131:
62. عثمانی، محمد تقی، تقریر ترمذی، ج:1، ص:225
63. ایضاً
64. ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمٰی، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب الرجوع فی الھبتہ، حدیث نمبر: 2132
65. عثمانی، محمد تقی، تقریر ترمذی، ج:1، ص:227
66. ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمٰی، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب ارض المشترک یزید بعضھم بیع نصیب بعض، حدیث نمبر:1312
67. عثمانی، محمد تقی، تقریر ترمذی، ج:1، ص:247
68. ایضاً، ص:248
69. ایضاً
70. ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمٰی، الجامع الصحیح، کتاب الاحکام عن رسول ﷺ، باب ماجاء فیمن یعتق ممالیکہ عند موتہ ولیس لہ مال غیرھم، حدیث نمبر:1364
71. عثمانی، محمد تقی، تقریر ترمذی، ج:1، ص:308
72. بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ، امام، الصحیح، کتاب شرائط کے مسائل کا بیان، باب الشروط فی المعاملۃ، حدیث نمبر:2720
73. عثمانی، محمد تقی، تقریر ترمذی، ج:1، ص:349